مغربی اور اسلامی نظریہ ثقافتی اور تہذیبی عالمگیریت تحقیقی جائزہ

A COMPARATIVE STUDY OF WESTERN AND ISLAMIC CONCEPTS OF CULTURAL GLOBALIZATION

Syed Ayaz Ahmed Shah
Research Scholar, Department of Quran o Sunnah, University of Karachi.
Ubaid Ahmed Khan
Chairman, Department of Usooluddin, University of Karachi.
Safia Aftab
Assistant Professor, Department of Urdu, University of Karachi.

ABSTRACT

The term globalization is not new to the modern world. It was a hope of humanity centuries ago to make the planate a global village. However there is a difference of interests of nations in doing so. In the present ages the word Globalization is considered as a tool and term used by western powers to rule the entire world.If we see the globalization from Islamic perspective we can find various contracatidions between the concepts of Islam and that of the western world about globalization. These differences are not limited to a single side of globalization, but are found in political, financial and cultural point of views as well. In this paper I have limited my topic to cultural globalization, where after a brief study of both terms I have come up with an analysis of both, their modern status and current situation. This paper consists of a detailed comparision of both concepts from different dimentions and their impact on human society.

KEYWORDS: Cultural Globalization, Islamic concept of Globalization, Islamic Culture, Globalization.

کلیدی الفاظ: عالمگیریت، ثقافتی عالمگیریت، اسلامی تصورِ عالمگیریت، اسلامی ثقافت

عالمگیریت کی لغوی واصطلاحی تعریف

عالمگیریت کا لفظ عالم سے مشتق ہے اردو زبان میں اس کے معانی ہیں: زمانہ، دنیا، مخلوق، قسم، جنس، حالت، صورت، ڈھنگ، لطف، حسن، مانند۔[1] جبکہ العالمی کا معنی ہے: بین الاقوامی۔[2] اور عالمگیر کا معنی ہے: دنیا کو اپنے گرفت میں کرنے والا، جہاں کو فتح کرنے والا۔ دنیا میں پھیلا ہوا۔[3]

پچھلے چند برسوں سے عالمی سطح پر بڑی تبدیلیاں آئی ہیں اور یہ تبدیلیاں چند میدانوں کے دائرے میں رہ کر رونما ہوئی ہیں مثلاً اقتصادی اور معاشی میدان، ثقافتی اور تہذیبی میدان اور سیاسی وغیرہ۔ان پہلوں کے تناظر میں عالمگیریت یا گلوبلائیزیشن کی تعریفیں بھی مختلف کی گئ ہیں۔ مغرب کی کوشش یہی ہے کہ اس نظام کو پوری دنیا کے سامنے مثبت پیش کیا جائے تاکہ لوگ اس کی طرف راغب

ہوں، اس وجہ سے وہ عالمگیریت کی اچھی اور مثبت تعریفات کرتے ہیں، ذیل میں عالمگیریت کی مثبت تعریفات پیش کی جاتی ہیں۔

آکسفورڈ ڈکشنری میں عالمگیریت کی تعریف یوں کی گئی ہے:

Globalization is the fact of adapting products or services that are available all over the world to make them suitable for local needs.[4]

"گلوبلائزیشن ایک ایسا نظام ہے جس میں لوگوں کی ضروریات کے اعتبار سے پوری دنیا کے لیے مصنوعات مہیا کی جاتی ہیں۔"

جمس روزنو(James Rossenou) کے مطابق گلوبلائزیشن ایک اقتصاد، سیاست، ثقافت اور نظریات کی تبدیلی کی راہ ہے جس پر چلنے کے بعد صنعتیں ایک ملک مین محدود ہو کر نہیں رہتی بلکہ پوری دنیا میں پھیلتی ہے۔[5]

ان تعریفات سے معلوم ہوتا ہے کہ عالمگیریت ایک مثبت نظام ہے، اس کے مقاصد اور اثرات اچھے ہوں گے، لیکن دوسری طرف مسلم مفکرین عالمگیریت کا مکروہ چہرہ اور یہودیوں کا خبث باطن جان چکے ہیں، انہوں نے جو تعریفات کی ہیں وہ حقیقت پر مبنی ہیں۔ منفی تعریفات میں سے بھی چند ایک ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں:

ڈاکٹر مصطفی النشار کہتے ہیں: "عالمگیریت کا مطلب یہ نہیں کہ تہذیبیں ایک دوسری کی قریب آجائیں، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا سے تمام تہذیبیں مٹا کر سب کو امریکی تہذیب میں رنگ دینے کا نام عالمگیریت یا گلوبلائزیشن ہے۔"[6]

مشہور مفکر عبداللہ ترکی رقم طراز ہیں: "عالمگیریت امریکہ کی حکمرانی کا نام ہے، جس میں دیگر ثقافت کو مغرب اور خاص کر امریکہ کی ثقافت میں رنگ دینا ہے۔"[7]

ان تعریفات سے عالمگیریت کے پرچار کرنے والوں اور یہودیوں کے عزائم کا علم ہو جاتا ہے کہ وہ اس عالمگیریت کے ذریعے کیا مقاصد رکھتے ہیں۔

عالمگیریت کی قسمیں

عالمگیریت درحقیقت یہودیوں کے آباؤ اجداد کا پوار دنیا پر حکومت کرنے کا ایک خواب ہے، جسے ان کی نسلیں پورا کرنے میں لگی ہوئی ہیں۔ اس مقصد کے لیے درجہ ذیل میدانوں میں عالمگیریت کے فروغ کی کوشش کی جارہی ہے۔

۱۔ سیاسی عالمگیریت ۲۔ اقتصادی عالمگیریت ۳۔ معاشرتی ثقافتی اور تہذیبی عالمگیریت

یہ گلوبلائزیشن کے نمایاں میدان اور اقسام ہیں، یہاں ہماری بحث صرف تیسری قسم سے ہو گی۔

ثقافت کا لغوی اور اصطلاحی تعارف

ثقافت کا لفظ "ثقف" صفت کے صیغے سے مشتق ہے، جس کے معنی ہیں: عقلمند و ہوش مند، ماہر و باکمال۔ "ثقاف" اس آلہ کو کہتے ہیں جس کی مدد سے نیزہ کو ستوار کیا جاتا ہے، نیزہ کو درست کرنا، اصلاح کرنا۔[8]

امام راغب ثقافت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "ثقافت نام ہے نفس کی اصلاح کرنے کا اس طور پر کہ انسان کمالات اور فضائل کا آئینہ ہو۔[9] یعنی ثقافت ایک ایسا موروثی علم ہے، جس کے مطابق آنے والی نسلیں اپنی زندگیاں گزارتی ہیں۔

تہذیب کا تعارف

صاحب لسان العرب ابن منظور کے مطابق تہذیب کا لفظ عربی زبان میں ہ، ذ، ب مادہ سے باب تفعیل کا مصدر ہے، اس کے لغوی معنی ہیں، کانٹ چھانٹ کرنا، اصلاح کرنا، خالص کرنا، سنوارنا اور تیزی، اچھے اخلاق والے کو مہذب بھی کہتے ہیں۔[10] لیکن مرورِ زمانہ کے ساتھ اس لفظ کے مفہوم میں وسعت پیدا ہوگئی، چنانچہ اب یہ لفظ طرزِ زندگی اور اندازِ معاشرت کے لیے بھی مستعمل ہے۔

اسلام کا تصور عالمگیریت

اسلام ایک عالمی اور آفاقی دین ہے۔ یہ روئے زمین پر بسنے والے ہر انسان کا دین ہے۔ اسلام نے پوری انسانیت کو اپنا مخاطب بنایا ہے۔ اسلام کی بلند تعلیمات، اعلٰی وارفع اقدار اور بے مثال عدل وانصاف ہی کا نتیجہ تھا کہ بادشاہ وعوام، عرب وعجم، سفید وسیاہ، سب ہی اس کی آغوش میں سما گئے۔ اور تمام طبقات کا اسلام کی آغوش میں آنا ہی دراصل اس کی عالمگیریت کی دلیل ہے۔ قرآن کریم کی بہت سی آیات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کی دعوت ہر انسان کے لئے ہے۔

قرآن میں اللہ نے فرمایا: "اور ہم نے آپ کو کسی اور بات کیلئے بھیجا مگر دنیا جہاں کے لوگوں پر مہربانی کرنے کے لئے۔"[11]

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام لوگوں کے واسطہ پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔"[12]

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ اے لوگوں! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں جس کی بادشاہی ہے تمام آسمانوں اور زمین پر۔"[13]

قرآن کریم کی درج بالا آیات سے یہ واضح ہوا کہ اسلام ایک عالمی مذہب ہے اور اس کی دعوت عالمگیر ہے۔ لیکن اس کے باوجود اسلام نے اپنی تہذیب وثقافت دوسروں پر مسلط نہیں کی۔ اس نے دوسری تہذیبوں کی اچھی باتوں کو قبول کیا ہے اور خود سے نہ ٹکرانے والی عادتوں کو باقی رکھا ہے۔ اس نے قوموں کی خصوصیات کا احترام کیا ہے اور یہ مقامی تہذیبوں، ثقافتوں کی بقاء کا داعی ہے۔[14]

جامعہ بغداد کے شعبہ تربیت کے استاد ڈاکٹر محسن عبدالحمید لکھتے ہیں: "روئے زمین پر مختلف اقوام، قبیلوں اور ملکوں سے تعلق رکھنے والے اور الگ الگ زبانیں بولنے والے لوگ آباد ہیں۔ اسی لئے خطہ ءارض کی بھلائی اسی میں ہے کہ لوگ آپس میں مفاہمت کریں اور مل جل کر زندگی بسر کریں۔ ایک قوم اگر دوسری قوم کے رسوم ورواج بہ رضا ورغبت قبول کرے تو اس میں حرج نہیں ہے لیکن کسی قوم کا اپنی عادات واقدار، اپنے رسوم ورواج اور اپنی زبان وتہذیب دوسروں پر تھوپنا، بہر حال ایک اخلاقی جرم ہے۔"[15]

تاریخ اسلام گواہ ہے کہ اسلام نے ہمیشہ مختلف مذاہب، زبانوں اور قومیتوں کا اعتراف کیا ہے اور غیروں کے ساتھ بھی اپنے جیسا معاملہ فرمایا ہے۔ فقہ اسلامی میں غیر مسلم اقلیتوں (زمیوں) کے حقوق کے بارے میں الگ الگ ابواب قائم کئے گئے ہیں اور ان کو

مکمل تحفظ دیا ہے چاہے وہ جان کا تحفظ ہو یا مال کا۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ وافریقہ سے ایشیا تک کہ طول و عرض میں پھیلی ہوئی مسلمانوں کی حکومت یہودی، عیسائی، مجوسی اور دیگر مختلف مذاہب کے پیروکار امن و سلامتی سے رہے مسلمانوں نے ہمیشہ مالک کے کائنات کے ارشادات کو ترجیح دی۔

مغربی تہذیب اور ثقافت کے بنیادی تصورات

۱۔ مغربی تہذیب اور جدیدیت کی بنیاد یہ ہے کہ انسان کو کسی چیز کے سہارے کی ضرورت نہیں ہے۔ خصوصاً خدا، وحی الٰہی اور اس جیسے تصورات جن کو انسان نے عہد طفولیت میں گھڑ لیا تھا، ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے، انسان کو پیدا کرنے والا کوئی خدا ہے اور نہ کوئی نبی اور رسالت۔ یہ باتیں پہلے وہ لوگ کرتے تھے جن کو حقائق کا علم نہیں تھا۔

۲۔ مغربی تہذیب کے فلسفہ علم کی بنیاد یہ ہے کہ علم کا ذریعہ صرف انسانی حواس اور عقل ہے، سائنسی طریقہ ہے مگر یہ سارا علم بھی ظن ہے۔ جو آج صحیح ہے کل غلط ثابت ہو سکتا ہے۔ دنیا میں علم یقینی کا وجود ہی نہیں ہے۔ کوئی ایسا معیار نہیں ہے جس کے آگے سر تسلیم خم کر لیں۔

۳۔ مغرب کے نزدیک کوئی بھی چیز فی نفسہ مضر یا مفید نہیں ہے۔ اس کا تعلق دیکھنے والوں کی پوزیشن پر ہے، جس کا جو بھی احساس ہو اس کے اعتبار سے یہ حق اور باطل ہو گا۔ اس کے برعکس خدا اور وحی پر ایمان لانے والوں کے نزدیک چیزوں کی حقیقت وہی ہے جو وحی نے طے کر دی ہے۔ پسند اور تجربہ سے ان کے حقائق کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لا مبدّل لکلمات اللہ۔ "اللہ کی باتوں کو بدلنے کی طاقت کسی میں بھی نہیں ہے۔"[16]

۴۔ مغربی تہذیب کے نزدیک علوم غیبی، اللہ، فرشتے اور وحی وغیرہ کی کوئی حیثیت نہیں ہے، نہ ان کے نزدیک ان چیزوں کی کوئی حقیقت ہے۔ اس کے برعکس اسلامی تہذیب میں زندگی کے معنی اور مقصد اور انسان کی حقیقت کا علم صرف علوم غیبی سے ہی ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وہ غیب پر ایمان لے آئے ہیں۔"[17]

اسلامی تہذیب اور ثقافت کے بنیادی تصورات

۱۔ اسلامی تہذیب و ثقافت کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی اساس کامل وحدانیت پر ہے، یہی ایک ایسی تہذیب ہے، جو یہ تصور پیش کرتی ہے کہ کائنات کی ایک ایک شئ صرف اور صرف ایک ذات کی خلق کردہ ہے۔ جیسا کہ سورۃ الخلاص میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "کہو اللہ وحدہ لا شریکہ لہ ذات ہے وہ بے نیاز ہے، آسمانوں اور زمین کا مالک وہی ہے، اسی کے لیے عبادت اور پرستش ہے اور اسی سے اپنی حاجات وضروریات بیان کرنا چاہیے۔"

سید ابوالاعلی مودودی ذات باری تعالی کی مرکزیت کو بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: "دین اسلام کے پورے نظام کا مرکز اور مدار خدا کی ذات ہے۔ یہ پورا نظام اسی مرکز کے گرد گردش کر رہا ہے۔ اس نظام میں جو کچھ بھی ہے خواہ وہ نیت اور اعتقاد کے قبیل

سے ہو یا پرستچ اور عبادت کے قبیل سے ہو یا دنیوی زندگی کے معاملات میں سے، بہر نوع اور بہر کیف اس کا رخ اسی مرکزی ہستی کی جانب پھرا ہوا ہے۔"[18]

۲۔ اسلامی تہذیب کا دار و مدار جس طرح خدا کے دیے ہوئے احکام پر ہے، اسی طرح اسلامی تہذیب اور ثقافت کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ اللہ کے بھیجے ہوئے تمام انبیا کرام کے دیے ہوئے سیرت اور اوامر کے مطابق اپنی زندگی گزارتے ہیں۔ یعنی یہ مسلمانوں کی خصوصیت ہے کہ وہ صرف اپنی ترتیب دیے ہوئے نظام پر نہیں چلتے بلکہ اس کے ساتھ ان لوگوں کی طرز زندگی بھی شامل ہوتی ہے جنہیں اللہ رب العزت نے تمام انسانوں میں چنا ہوتا ہے۔

۳۔ اسلامی تہذیب و ثقافت کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ اس کے اہداف اور پیغامات تمام کے تمام آفاقی ہیں۔ ارشاد ربانی ہے: "یہی وجہ ہے کہ دیگر تمام تہذیبیں کسی ایک نسل اور قوم کے مردانِ کار پر ناز کرتی ہیں، مگر تہذیبِ اسلامی میں وہ تمام افراد مایۂ افتخار ہیں، جنھوں نے اس کے قصر عظمت کو بلند کیا۔"[19]

۴۔ اسلام تہذیب و ثقافت کی چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے اعلیٰ اخلاقی قدروں کو اپنے تمام ضابطہ ہائے حیات اور زندگی کی سرگرمیوں میں اولیت کا مقام عطا کیا اور ان قدروں سے کبھی بھی خالی نہ رہی؛ چنانچہ علم و حکمت، قوانین شرعیہ، جنگ، مصالحت، اقتصادیات اور خاندانی نظام، ہر ایک میں ان کی قانوناً بھی رعایت کی گئی اور عملاً بھی اور اس معاملے میں بھی اسلامی تہذیب کا پلڑا تمام جدید و قدیم تہذیبوں پر بھاری نظر آتا ہے؛ کیونکہ اس میدان میں ہماری تہذیب نے قابل فخر آثار چھوڑے ہیں اور دیگر تمام تہذیبوں سے انسانیت نوازی میں سبقت لے گئی ہے۔ ان ہی اعلیٰ اخلاقی اقدار کی وجہ سے بہت سے لوگ دیگر مذاہب چھوڑ کر اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔ فتح مکہ کے موقع پر کفار مکہ کے ساتھ مسلمانوں کے رویہ نے کتنے لوگوں کو اسلام میں جگہ دی۔

۵۔ اسلامی تہذیب و ثقافت کی پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ اس نے سچے اصولوں پر مبنی علم کو خوش آمدید کہا اور پکے مبادیات پر مبنی عقائد کو اپنی توجہ کا مرکز قرار دیا اور اسلامی تہذیب تنہا ایسی تہذیب ہے جس میں دین و سیاست کا امتزاج بھی رہا؛ مگر وہ اس امتزاج کی زیاں کاریوں سے یکسر محفوظ رہی، حکمراں، خلیفہ اور امیر المومنین ہوا کرتا تھا؛ لیکن فیصلہ ہمہ دم حق کے موافق ہوتا، شرعی فتاوے وہی لوگ صادر کرتے جو فقہ و فتاویٰ پر اتھارٹی ہوتے اور ہر ایک قانون اور فیصلے کے سامنے برابر ہوتا، کسی کو کسی پر وجہ امتیاز حاصل نہ ہوتی سوائے تقویٰ اور لوگوں کی عام نفع رسانی کے، نبی پاک ﷺ کا ارشاد ہے: "(رواہ الشیخان) کہ اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ نے بھی چوری کی تو اس کا بھی ہاتھ کاٹ دوں گا۔" اس مذہب پر ہماری تہذیب کی اساس ہے، جس میں عام طبقۂ انسانی پر نہ تو کسی حکمراں کو کوئی برتری حاصل ہے، نہ کسی عالمِ شریعت کو، نہ کسی اعلیٰ نسب والے کو۔

عالمگیریت اور مساوات

لوگوں کے رنگ و نسل معاشی اور معاشرت کے اصول آج کل کے نام نہاد تہذیبوں اور ثقافت سے پاک ہیں، ہندوستان میں

صدیوں سے ذات پات کا نظام چلا آرہا ہے، جہاں بعض کو ت وخدا کا درجہ دیا گیا اور دوسرے بعض کو بے انتہا درجے تک نیچے گرادیا گیا، یہ ذات پات کا نظام ان کی مذہب کا جزء ہے۔ ذات پات کا نظام ہندو معاشرہ کو پانچ بڑی ذاتوں میں تقسیم کرتا ہے۔

(۱) برہمن (پڑھا لکھا مذہبی گروہ۔)

(۲) کشتری (جنگجو اور حکمران گروہ۔)

(۳) ویش (تجارتی اور کاشتکار لوگ۔)

(۴) شودر (سب سے کم تر ذات جس کا واحد کام برتر ذات والوں کی خدمت ہے۔)

(۵) دلت اور اچھوتے (جو بے ذات ہیں اس لیے کہ وہ اصل چاروں ذاتوں میں سے کسی کا حصہ نہیں ہیں۔ یہ اچھوت اس لیے ہیں کہ ان کا کسی چیز کو چھونا اسے آلودہ کر دیتا ہے۔ پس یہ دوسری ذات والوں سے ٹھیک ٹھاک فاصلے پر رہنے چاہیں۔ یہ گروہ ہندو معاشرہ کے انتہائی پیچیدہ نظام کا حصہ ہیں، جہاں یہ اٹھائی سو مخصوص گروہوں کے سربراہ ہیں۔)[20]

عیسائیت کے موجودہ تعلیمات میں بھی امتیازیات کا تصور پایا جاتا ہے۔ متی کے مطابق عیسی علیہ السلام کو جو پیغام ملا تھا وہ صرف ایک قوم کے لیے محدود تھا، چنانچہ متی باب میں ہے: "غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا۔ بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا۔"[21]

ہل اور شیڈل نے ذکر کیا ہے: "اسی طرح مغرب میں سیاہ فام لوگوں کے ساتھ ہمیشہ نامناسب رویہ رکھا گیا، ان کو یکسر نظر انداز کر دیا جاتا ہے، یا تو ان کی قربانیوں کو بھلا دیا جاتا ہے یا ان کے کارناموں کو تسلیم نہیں کیا تا ہے۔"[22]

اسلام اور مساوات

اسلام نے جس طرح ایک خدا یعنی وحدت رب کا تصور دیا اسی طرح وحدتِ اَب کے متعلق بھی تعلیم دی تاکہ دنیا امن و محبت کا گہوارا بن سکے۔ قرآن پاک اور نبی مکرم ﷺ کی احادیث میں جگہ جگہ قوم پرستی اور عصبیت کی نفی کی گئی ہے، کیونکہ عربوں میں قوم پرستی کا جذبہ بہت زیادہ تھا۔ قرآنِ عظیم میں ارشادِ باری ہے: "اے لوگو! ہم نے تم (سب) کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف قومیں اور خاندان بنادیا ہے کہ ایک دوسرے کو پہچان سکو، بے شک تم میں سے پرہیزگار، اللہ کے نزدیک معزز تر ہے، بے شک اللہ خوب جاننے والا ہے، خبردار ہے۔"[23]

نبی کریم ﷺ نے اپنے کلیدی خطبہ الوداع میں فرمایا: "اے لوگو! تمہارا رب ایک اور تمہارا مورثِ اعلیٰ بھی ایک ہے، تم سب آدم کے ہو اور آدم مٹی سے تھے، تم میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ شریف سب سے زیادہ متقی انسان ہے، اور کسی عربی کو کسی عجمی پر فضیلت نہیں، مگر تقویٰ ہی کے سبب سے۔"[24]

گویا اسلام نے انسانوں کو دو مضبوط رشتوں میں جوڑ کر انسانی معاشرہ اور تہذیب و تمدن کو محبت اور بھائی چارے کا پیغام دیا۔

یعنی سب انسانوں کا خالق، پروردگار، آقا، معبود ایک ہی ہے۔ اس رشتے کے بعد ایک دوسرے میں پیوست کر کے تہذیب و ثقافت کو مزید مستحکم و منظم کرنے کے لیے مساواتِ انسانی کا درس دیا گیا، اور فرمایا کہ تم سب ایک دوسرے کے بھائی ہو، ہاں جس میں تقویٰ اور خوفِ خدا جتنی زیادہ ہے، اتنا ہی وہ اللہ کے نزدیک عزت مند ہے۔ یہ تقویٰ اور خوف خدا کی بنیاد پر معزز ہونے والی بات بھی ایک اچھے اور پرامن معاشرے کے قیام کی طرف ایک قدم ہے۔ اہلِ عرب میں چونکہ قبائلی اور جاہلی تعصب اور تفاخر کا بڑا زور تھا، اس لیے نبی کریم ﷺ نے اس جانب بہت توجہ دی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلی عصبیت اور آباء پر فخر کا طریقہ ختم کر دیا ہے، اب یا تو مومن متقی ہو گا یا فاجر شقی، لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے، عربی کو عجمی پر بھی کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے ذریعہ۔"[25]

عالمگیریت اور رواداری

کوئی تہذیب اگر دعوی کرتا ہے کہ وہ عالمگیریت اور آفاقی ہونے میں ثانی نہیں رکھتا تو اس میں یہ خوبی ہو گی کہ اس نے دوسروں کو برداشت کرنا سیکھا ہو گا۔ یہودیت اور عیسائیت کی موجودہ صورت حال میں یہ پہلو مفقود نظر آتا ہے۔ صلیبیوں نے یروشلم کی فتح کے وقت مسلمانوں کے ساتھ بہت برا کیا، یروشلم کا ایک ماہ تک محاصرہ کیا گیا، اور جب انہیں فتح ہوئی تو انہوں نے مردوں، عورتوں اور بچوں تک کو بے دردی سے مارا اور شہید کیا۔ عیسائیوں کے ایک پادری جس کا نام ریمنڈ ڈیگائل ہے اس نے اس واقعے کو یوں بیان کیا ہے: "فتح یروشلم کے وقت مسلمانوں کے ساتھ بہت برا کیا گیا، بعضوں کو زندہ جلا گیا، بعضوں کے سر کاٹ دیے گئے اس روز یروشلم کی ہر سڑک پر مسلمانوں کے کٹے سر، ہاتھ اور ٹانگیں تھیں، جس کے باعث ان سڑکوں پر چلنا مشکل تھا۔"[26]

خلیل توطہ اور بولوس نے لکھا ہے: "صلیبیوں نے یسوع کے مصلوب ہونے والی جگہ میں بڑا ظلم کیا، یسوع نے تو دشمنوں سے محبت کرنا سکھایا تھا۔ اس دن عورتوں، بوڑھوں اور بچوں کو بے دردی سے قتل کیا گیا۔"[27] یہی حال آج کل یہودیوں اور صہونیوں کا ہے جو فلسطین میں بوڑھوں، بچوں اور عورتوں پر کر رہے ہیں، جس سے ان کا اصل چہرہ بے نقاب ہو جاتا ہے۔ ان کی دیگر اقوام سے نفرت کو دیکھیے اپنے ہی امریکہ کے شہریوں جو یہودی نہیں ہیں ان پر انہوں نے بندوقیں چلائیں، جیسے سیو تج اٹیک میں انہوں نے کیا کہ ایک امریکی بحریہ جہاز "لبرٹی" پر انہوں نے حملہ کیا اور کئی فوجیوں کو مارا۔[28] اسی طرح بیگن نے امریکیوں کی نسل کشی کی اور جب پوچھا گیا کہ کیوں ہوا؟ تو اس نے کہا کہ ہم اپنوں کے علاوہ کسی کو اپنے کیے پر جواب دینے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔"[29] یہ ان کے کھوکھلے دعووں کا منہ بولتا ثبوت ہے جو وہ کرتے رہتے ہیں۔

بی بی سی لندن نے برطانیہ کی نسلی امتیازات کے حوالے سے یوں کہا:

"برطانیہ کی پولیس میں نسلی امتیاز کا برتاؤ موجود ہے، لیبر پارٹی نے اس کے خاتمہ کے لیے آج تک کچھ نہیں کیا۔ ایشیائی اور افریقی نسل کے لوگ اس امتیازی سلوک کے شکار ہوتے ہیں۔"[30]

اسلام اور رواداری

اسلام چونکہ ایک آفاقی مذہب ہے،اس لیے یہ ہر قسم کے لوگوں کے ساتھ رواداری کا درس دیتا ہے، چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم اور اسلام صرف غیروں کے لیے منقوش حرودف کی طرح صرف حکم ہی نہیں کرواتا، بلکہ اسے ایک شریعت کا ایک فریضہ قرار دیتا ہے، چنانچہ اللہ کا ارشاد ہے:"دین کے بارے میں کوئی زبردستی نہیں، ہدایت ضلالت سے روشن ہو چکی ہے۔"[31]

قرآن کریم کی بہت سی آیتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ غیر مسلموں کے ساتھ انصاف اور عدل کے ساتھ معاملات کیے جائیں، چنانچہ اللہ کا ارشاد ہے:"جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی نہیں لڑی اور تمہیں جلاوطن نہیں کیا ان کے ساتھ سلوک واحسان کرنے اور منصفانہ بھلے برتاؤ کرنے سے اللہ تمہیں نہیں روکتا، بلکہ اللہ تو انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔"[32]

اسلام نے غیروں کو وہ حقوق دیے ہیں کہ بعض جگہ تو ایسے حقوق انہیں اپنوں کی طرف سے بھی نہیں ملتے ، اسلام نے مسلمانوں کو کہا کہ وہ غیر مسلم جو تمھارے پڑوس میں رہتے ہیں ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا کرو، رواداری کی اصل روح، جو اچھے رویوں اور شفیق سلوک، ہمسائے کے لیے عزت اور احترام، رحم، وفا اور ہمدردی جیسے تمام جذبات میں عیاں ہے، انہیں ان چیزوں کا کہا ہے۔

انسانیت اور عالمگیریت

انسان کو اشرف المخلوقات اسلام اور اس کی مقدس کتاب میں قرار دیا گیا ہے، جیسے آگے ہم تفصیل سے ذکر کریں گے۔اس کے برعکس آج کل کی جدید دنیا میں اس کی ایسی کوئی مثال نہیں ملتی ہے۔آپ ہندوستان کی مثال لیں۔ان کی ذات پات کا نظام ان کی مذہب کا حصہ سمجھا جاتا ہے۔اور یہ ذات پات ان کو چار بڑی ذاتوں میں تقسیم کرتا ہے۔ان میں سے آخری قسم جسے شودر کہا جاتا ہے کے ساتھ انسانیت والا معاملہ نہیں کیا جاتا، اس کے لیے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ کسی برہمن کی خدمت کرے، ایک انسان ہونے کے ناطے اسے اتنی اجازت بھی نہیں دی جاتی کہ وہ اپنی جائیداد بنا سکے، اگر شودر نے کسی بڑی ذات کو نقصان پہنچایا تو اسکی سزا یہی ہے کہ اسے اس عضو سے محروم کر دیا جائے، اس کے برخلاف اگر کسی اور نے اس کو نقصان پہنچایا تو اس کا کفارہ وہی کفارہ ہے جو ایک جانور، جیسے کتے، بلی، مینڈک، کوا، چھپکلی اور الو کا ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ ایک پانچویں قسم بھی ہے انہیں دلت اور اچھوتے کہا جاتا ہے، جو بے ذات ہیں اس لیے کہ وہ اصل چاروں ذاتوں میں سے کسی کا حصہ نہیں ہیں۔گستیولی بان نے مانو کی بعض تعلیمات کا ذکر کیا:"برہمنوں کو اس قدر تقدس اور فضیلت دی گئی ہے کہ انہیں خدا کے مقام تک پہنچا دیا ہے، کوئی بھی برہمن پیدا ہوتا ہے تو وہ تمام مخلوق کا سلطان ہے۔ زمین میں جو کچھ بھی ہے سب برہمنوں کا ہے، شودروں کو کوئی اختیار حاصل نہیں ہے، وہ جانوروں سے بھی بدتر ہیں۔"[33]

اسی طرح امریکہ میں بھی سیاہ فارم کے ساتھ الگ رویہ رکھنا اس بات کو واضح کرتی ہے کہ ان کے ہاں بھی انسان کی کوئی قدر نہیں ہے۔اس کے ساتھ ساتھ بوڑھوں غریبوں کا بھی یہی حال ہے۔

انسانیت اور اسلام

عالمگیریت کے بر خلاف اسلامی تہذیب و ثقافت میں بین الاقوامی طور پر انسانی مساوات اور کرامتِ انسانی کا پیغام موجود ہے۔ قرآنی تعلیمات سے یہ بات واضح ہوتی ہے تمام انسان ایک ایک مرد و عورت سے پیدا کر دیے گئے۔ان کے درمیان اگر کوئی نسلی یا خاندانی یا علاقائی یا الوانی یا جغرافیائی فرق ہے، تو وہ صرف پہچان کے لیے ہے، نہ کہ برتری و تفوق کے لیے۔البتہ اسلام تقویٰ کو فوقیت کی وجہ بتاتا ہے۔ سورۃ الحجُرٰت میں اسی مساواتِ انسانی کا ذکر ہے کہ اسلامی تہذیب میں چھوت چھات کا کوئی تصور نہیں، نہ کسی کے جائز پیشے کو بُرا اور حقیر سمجھا جاتا ہے۔ بڑے بڑے اہلِ علم مختلف پیشوں سے منسلک تھے، علم کے ساتھ ساتھ کوئی قصاب تھا، تو کوئی درزی کا پیشہ کرتا تھا، تو کوئی نائی کا پیشہ اختیار کیے ہوئے تھا۔ علم و اخلاق حسنہ کی وجہ سے عزت دی جاتی ہے، محض جاہ و نسب کی وجہ سے نہیں۔اسلامی تہذیب و ثقافت نے انسان کو انسانیت کا درجہ عطا کیا اور اس کو انسانیت سکھلائی۔اسلامی تہذیب نے سب لوگوں کو اخوت و بھائی چارے کی لڑی میں پرو دیا تھا۔

اسی طرح آقائے دوجہاں ﷺ کی احادیث میں شرفِ انسانیت اور لوگوں پر رحم و شفقت اور حسنِ سلوک کے متعلق بہت سی ہدایات، اور تاکیدات دی گئی ہیں، نبی کریم ﷺ کا اشادِ پاک ہے: "اللہ کی مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب وہ ہے، جو اس کے کنبہ کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے۔"[34] اسی طرح ایک اور مقام پر آپ ﷺ نے فرمایا: "رحم کرنے والوں پر رحمان بھی رحم کرتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔"[35]

عالمگیریت اور عورت

تہذیب و ثقافت کے اہم حصے یعنی عورت کے متعلق عربوں کا طریقہ یہ تھا کہ وہ لڑکی پیدائش پر انھیں زندہ گاڑتے، یتیم بچیوں کو مالِ وراثت کی تقسیم کرتے وغیرہ۔ہندوستان میں عورت کی زندگی تو اور بھی بھیانک تھی۔بقول ڈاکٹر گستاؤلی بان منوشاستر میں تو عورت کو کمزور، بے وفا اور حقیر سمجھا جاتا، تمدن ہند میں وہ رسمِ ستی کے متعلق لکھتے ہیں: "بیواؤں کو شوہروں کی لاش کے ساتھ جلانے کا ذکر منوشاستر میں معلوم نہیں ہے، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسم ہندوستان میں عام ہو چلی تھی، کیونکہ یونانی مؤرخین نے اس کا ذکر کیا ہے۔"[36]

کئی غیر مسلم مؤرخین اور محققین نے برملا اس بات کا اظہار کیا ہے کہ ہندوستان میں "رسمِ ستی" کا خاتمہ محض اسلام کی وجہ سے ممکن ہوا ہے، مسلمانوں کی ہندوستان آمد سے قبل عورتوں کو ایک بے جان کھلونہ سمجھا جاتا تھا کہ مرد اس سے جنسی تسکین حاصل کرنے کے بعد اسے ایک طرف پھینک دے، اس کے متعلق ڈاکٹر برنیئر جو مغل بادشاہ شاہجہاں کے دور میں سیاحت کی غرض سے آیا تھا، لکھتا ہے: "آج کل پہلے ستی کی تعداد کم ہو گئی ہے، کیونکہ مسلمان جو اس ملک کے فرمانروا ہیں، اس وحشیانہ رسم کے نیست و نابود کرنے کی حتی المقدور کوشش کرتے ہیں، اگرچہ اس کے امتناع کے واسطے کوئی قانون مقرر کیا ہوا نہیں ہے، لیکن تاہم ستی کی رسم کو

بعض ایچ پیچ کے طریقوں سے روکتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ کوئی عورت بغیر اجازت اپنے صوبے کے حاکم کے ستی نہیں ہو سکتی۔"[37]

امریکا کی دفتری اعداد و شمار کے مطابق تقریباً ہر سال تین چار ملین خواتین پر خاوند یا کسی بوائے فرینڈ کے ہاتھوں کا تشدد ہوتا ہے۔ مولانا ابوالحسن ندوی لکھتے ہیں: "مغرب ایک اخلاقی جذام میں مبتلا ہے، جس سے اس کا جسم برابر کٹتا اور گلتا جارہا ہے۔ اور اب اس کی عفونت پورے ماحول میں پھیلی ہوئی ہے۔ اس جذام کا سبب اس کی جنسی بے راہ روی اور اخلاقی انارکی ہے۔ اس کیفیت کا اولین سبب عورتوں کی بے حد بڑھتی ہوئی آزادی، مکمل بے پردگی، مرد وزن کا غیر محدود اختلاط اور شراب نوشی تھی۔"[38]

عورت اور اسلام

عورت کو ماں کا درجہ اور مقام اسلام نے عطا کیا، عورت بحیثیت بہن، بحیثیت بیٹی، بحیثیت بیوی، اپنے جائز حقوق کی مالکہ بنی، یہ اسلامی تہذیب ہی کی دَین تھی کہ عورت کو والدین کی وراثت میں حق دیا گیا۔ بیوی کی حیثیت سے اگر مرد کے حقوق زیادہ تھے، تو ماں کی حیثیت سے عورت کے حقوق زیادہ تھے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: "نیک عمل جو کوئی بھی کرے گا، مرد ہو یا عورت بشر طیکہ صاحبِ ایمان ہو، تو ہم اسے ضرور ایک پاکیزہ زندگی عطا کریں گے، اور ہم انھیں ان کے اچھے کاموں کے عوض ضرور اجر دیں گے۔"[39] اور جو کوئی نیکیوں پر عمل کرے گا، (خواہ) مرد ہو یا عورت اور صاحبِ ایمان ہو تو ایسے (سب) لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر ذرا بھی ظلم نہ ہو گا۔"[40] آج دنیا میں مختلف لوگ عورتوں کے حقوق کے نام پر کام کر رہے ہیں، اکثر این جی اوز اس معاملے پر بہت سرگرم دکھائی دیتے ہیں۔ اور اسلام پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ اسلام نے عورتوں کو ان کے حقوق نہیں دیے، یہ لوگ حقائق سے منہ پھیرتے ہیں، کیونکہ جو لوگ ان طرح کے کھوکھلے نعرے لگاتے ہیں، وہ دراصل عورت کو، حوا کی بیٹی کو، بنتِ آدم کو ننگا کر کے شو پیس بنانا چاہتے ہیں اور اسلام نے تو اہل عالم پر عورت کی اہمیت اور اس کی عزت نہ صرف واضح کر دی ہے، بلکہ منوایا بھی ہے۔

عالمگیریت اور خاندان

مغرب میں خاندانی نظام میں بگاڑ کی وجہ سے پورا معاشرہ کا نظام درہم برہم ہو گیا ہے۔ اجتماعیت کا تصور ختم ہو رہا ہے، انفرادیت پسندی کی وجہ سے طرح طرح کے مسائل جنم لے رہے ہیں۔ ایسے سیکولرز افراد پیدا ہوتے ہیں جنہیں ذاتی مفاد کے علاوہ کسی چیز کی قدر نہیں ہوتی۔ بلکہ روایتی اخلاقی قدروں کو بھی مذمت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

ڈاکٹر انیس نے عالمگیریت کے نتیجے میں پیدا ہونے والے انفرادیت پسند رویہ کے متعلق لکھا ہے: "عالمگیریت نے انفرادیت پسندی کے فلسفیانہ تصور کو مرکزی مقام دے کر اخلاق کو ایک اضافی شے قرار دیا ہے، اس کے نتیجے میں خاندان کو ایک غیر ضروری شعبہ میں تبدیل کر دیا۔ عالمگیریت کا انفرادیت پسندی کے حوالے سے یہ تصور اخلاقیات اور تمدن گزشتہ دو صدیوں سے مقبول رہا ہے۔ اس کا اہم نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ معاشرہ میں انسانی رشتوں کا وجود نہیں ہوتا، جس سے معاشرہ میکانیکی، معاشی اور وقتی مفاد پرستی کا دائمی شکار رہے گا اور تہذیب و ثقافت اور اخلاقی اقدار جس بنیادی ماحول میں آنے والی نسلوں میں منتقل ہوتی رہے گی اور ماحول کبھی وجود میں نہ

آسکے گا اور یہ ماحول صرف اس وقت پیدا ہوتا ہے جب خاندان کے ادارے کو معاشرے میں مرکزی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔"[41]

مغربی مفکرین خاندان کو محض مادی ضرورت قرار دیتے ہیں، گویا خاندان ان کی ایک معاشی مجبوری ہو یا معاشرتی۔ ذیل میں مائیک جو ایک مغربی مفکر ہے ان کا اقتباس ذکر کیا جاتا ہے جس سے اندازہ ہو جائے گا کہ ان کے ہاں خاندان کی کیا حیثیت ہے۔

The family is a social group chracterized by common residence, economic co-operation and reproduction. It includes adults of both sexes, at least two of whom maintain a socially approved sexual relationship, and one or more children, own or adopted, of the sexually cohabiting adults.[42]

"فیملی ایک سوشل گروپ یعنی معاشرتی گروپ ہے جو ایک ساتھ مل جل کر رہنے، معاشی تعاون اور تولید سے وجود میں آتا ہے۔ اس میں دونوں جنس کے لوگ ہوتے ہیں جن کی وجہ سے ایک جنسی تعلق بنتا ہے اور ایک یا ایک سے زیادہ بچے پیدا ہوتے ہیں یا گود لیے جاتے ہیں جب دو بندوں کا سیکسول پراسس ہوتا ہے۔"

بہر کیف مغرب میں خاندانی نظام بگڑنے کی وجہ سے درج ذیل مسائل نے جنم لیا ہے:

۱۔ جنسی برائیوں میں اضافہ

۲۔ بغیر شادی والے افراد میں اضافہ

۳۔ طلاقوں میں بے حد اضافہ

یہ اہل مغرب کا سرسری نقشہ تھا جو اپنے آپ کو دنیا میں مہذب ترین معاشرے کی صورت میں پیش کرتے ہیں جہاں نہ صرف خاندانی روایات دم توڑ چکی ہیں، بلکہ خاندانی نظام کا نقشہ ہی بدل چکا ہے۔ یوں عالمگیریت کے طوفان میں خاندانی انتشار کا زہر بھی ہر دوسرے معاشرے میں پھیل رہا ہے۔

اسلام اور خاندان

اگرچہ مسلم معاشرہ میں خاندانی نظام کی حالت اس قدر ابتر نہیں ہے جس قدر مغربی ممالک میں ہے۔ لیکن عالمگیریت کے زیر اثر آکے مسلم معاشرہ میں خاندانی نظام کو متاثر کرنے کیلئے بڑے مظاہروں میں آزادی نسواں، اباحیت پسندی اور خاندانی منصوبہ بندیوں کے نعرے لگائے جاتے ہیں۔ حتی کہ مستقبل قریب میں پاکستان میں بھی یہ نعرہ بلند ہوا، اور اس کے اثرات پاکستان میں واضح طور پر نظر آرہے ہیں، لیکن ہمارا مذہب مکمل طور پر پُر سکون عائلی زندگی بسر کرنے کی تعلیم دیتا ہے ان کا کچھ اختصار سے جائزہ لیتے ہیں۔

۱۔ خاندانی استحکام اور مضبوط سماجی نظام کی تشکیل میں والدین کا تحفظ انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اسلام میں والدین کو اس حوالے سے اہمیت دی گئی ہے تاکہ معاشرہ خاندان نہ بگڑے۔ اللہ کا ارشاد ہے: "اور تمھارے رب نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ تم اسی یعنی اللہ کی عبادت کرو اور اپنے والدین کے ساتھ اچھائی کے ساتھ پیش آؤ، اور جب انکی عمر زیادہ ہو جائے ان میں سے ایک کی یا دونوں کی تو تم

انہیں اف تک نہ کہو اور ان سے نرمی سے بات کرو۔"[43]

۲۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو نکاح کی ترغیب دی تاکہ انسان اپنے خواہشات جائز طریقے سے پورا کریں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: "اے نوجوانوں کی جماعت! جو کوئی نکاح کی طاقت رکھتا ہو اسے چاہیے کہ وہ نکاح کرے کیونکہ نکاح نظر کو نیچے رکھنے اور شرمگاہ کو محفوظ رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے۔"[44]

۳۔ اس طرح شارع نے تمام انسانیت کی جان کی حفاظت کا حکم دیا اور ناحق قتل کرنے سے روکا ہے، نامولود کی حفاظت کا حکم دیا ہے بلکہ فقر و فاقہ کے خوف سے قتل کرنے سے بھی روکا ہے۔ جیسا کہ یہ بے دردی والا قتل زمانہ جاہلیت میں بھی ہوتا تھا۔ اور آج کل مغربی دنیا میں بھی یہی صورت حال ہے کہ بچوں کو قتل کر دیا جاتا ہے۔ خاندان کا ایک اہم پہلو حفظ نسل بھی ہے، جس سے خاندان کو استحکام کو دوام ملتا ہے۔ حفاظت نسل کے لیے شریعت نے نکاح کی تجویز دی چنانچہ اللہ کا ارشاد ہے: "جو عورتیں تمہیں پسند ہیں اس سے شادی کرو۔"[45] نبی ﷺ کا ارشاد ہے نوجوانو! تم میں سے جو استطاعت رکھے اسے چاہیے کہ وہ نکاح کرے۔"[46]

حفاظت نسل کی راہ میں آنے والی رکاوٹوں کو بھی دور کیا اللہ کا ارشاد ہے: "اور زنا کے پاس بھی نہ جانا کہ وہ بے حیائی اور بری راہ ہے۔"[47] نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو نکاح کی ترغیب دی اور اس کے فضائل بیان کیے تاکہ اس معاشرے میں عفت و عصمت رہے، اور نسل کی حفاظت ہو سکے۔ "اے نوجوانوں کی جماعت! جو کوئی نکاح کی طاقت رکھتا ہو اسے چاہیے کہ وہ نکاح کرے کیونکہ نکاح نظر کو نیچے رکھنے اور شرمگاہ کو محفوظ رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے۔"[48]

خلاصہ بحث

اس تقابلی جائزے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اسلام نے انسانیت کے مابین جو تہذیب اور ثقافت متعارف کرایا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اسلام نے مساوات اور اخوت اور رواداری کا جو اسلوب رکھا ہے اس کی مثال کسی دوسرے تہذیب اور مذہب میں نہیں ملتی ہے۔ اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جس نے دوسروں کو برداشت کرنا سیکھا ہے۔

اسی طرح تقابلی جائزے سے معلوم ہوا کہ اسلام نے ایک ایسا معاشرے کی تشکیل دی ہے جس میں تمام افراد خوش اور خرم زندگی گزار سکتے ہیں، ان تمام رکاوٹوں کو دور کرنے کی ترغیب دی ہے جس کی وجہ سے خاندان میں بد نظمی ہو۔ اس کے مد مقابل دیگر تہذیبوں میں معاشرے کی ایسی کوئی مثال نہیں ملتی ہے۔

حوالہ جات

---

[1] فیروز الدین، فیروز اللغات، آٹھویں اشاعت، 2016 فیروز سنز، صفحہ نمبر: 517

[2] وحید الدین القاموس الوحید ص: 1119

[3] فیروزالوُدین، فیروز اللغات، آٹھویں اشاعت، 2016فیروز سنز، صفحہ نمبر:517

[4] Oxford dictionary page :647

[5] صالح الرقب، التعرف علی العولمۃ، دار البحار للطبع والنشر صفحہ:8

[6] رسالہ:المنتدی عدد:193اگست، 1999

[7] الترکی، عبداللہ، الحوار المبتغی فی ظل العولمۃ، مجلۃ الرابطۃ، العدد، 123، 2000، صفحہ 12

[8] الصحاح، ابو نظر اسماعیل بن حماد جوہری، ج4، ص:28، مکتبہ عباس احمد البازمکہ مکرمہ، دار الکتب العلمیۃ بیروت، اشاعت ۱۹۹۹ء

[9] راغب الطباخ، الثقافۃ، المکتبۃ الاھلیۃ بیروت۔ صفحہ:19

[10] محمد بن مکرم بن علی، ابن منظور الافریقی، لسان العرب، ج ا ص782، دار صادر—بیروت، الطبعۃ الثالثۃ—1414ھ

[11] الاءنبیاء :107

[12] سبا:28

[13] الاعراف:157

[14] http://www.islamway.com عمر عبدالکریم: مفھوم العولمۃ:

[15] مولانا یاسر ندیم: گلوبلائزیشن اور اسلام دار الاشاعت کراچی طباعت 2004: صفحہ نمبر:418

[16] الانعام، سورہ:6، آیت:34

[17] البقرۃ، سورہ2، آیت:3

[18] مودودی، ابوالاعلی، اسلامی تہذیب اور اس کے اصول اور مبادی، اسلامک پبلیکیشنز لاہور طبع 1997، صفحہ:8

[19] حجرات:13

[20] John Campbell Oman. The Brahmans, Theists and Muslims of India, Delhi, 1973, p 50 and Dalit Voice, 15:4, p

[21] متی، باب:10فقرہ6، 5

[22] Jim Hill and Rand Cheadle. The Bible Tells Me So. Anchor Books/ Doubleday: New York, 1996, p.13

[23] سورۃ الحُجرٰت، سورۃ نمبر:49، آیت:13

[24]۔ مسند الامام احمد بن حنبل، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی، الجزء38، ص474، رقم الحدیث:1421، 23489ھ، الناشر مؤسسۃ الرسالۃ

[25]۔ الجامع الکبیر۔ سنن ترمذی، محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ بن ضحاک، الترمذی، الجزء5، ص242، اشاعت ۱۹۹۸ء، رقم الحدیث:3270دار الغرب الاسلامی بیروت۔ حکم: ھذا حدیث غریب، لانعرفہ من حدیث عبداللہ بن دینار عن ابن عمر الا من ھذا الوجہ

[26] In Al-Quds History and Views pp 18-19

[27] Khalil Toutah and Bolous Shehadeh. Jerusalem’s History and Guide. Jerusalem, 1480 p28

[28] For more details see Paul Findley's book They Dare to Speak, Published in first in 1985 By Lawrenece Hill Books, P (165-179)
[29] T. Pike, P 72 for more information about Jewish atrocities look at the New York Times, August, P.1, and The National Geographic, April 1983, P 514

[30](بی بی سی لندن 2002/10/27/ صبح پانچ بج کر تیس منٹ)

[31]القرآن، سورہ:2، آیت:256

[32]القرآن سورہ:60، آیت:8

[33] John Campbell Oman. The Brahmans, Theists and Muslims of India, Delhi, 1973, p 50 and Dalit Voice, 15:4, p 20. In Fazile, 1997, p 148-149

[34]محمد بن عبداللہ الخطیب العمری، ابو عبداللہ ولی الدین، مشکوۃ المصابیح، الفصل الثالث، الجزء3، ص1985، 1392ء، المکتب الاسلامی، بیروت

[35]ابوداؤد سلیمان بن اشعث، سنن ابوداؤد، باب فی الرحمۃ، الجزء4، ص285، رقم الحدیث:4941، المکتبۃ العصریۃ، صیدا، بیروت

[36]تمدن ہند، ص236، 238۔

[37]ڈاکٹر برنیئر، سفر نامہ، ج2، ص172، 174، امر تسر، اشاعت، 1886

[38]ندوی، ابوالحسن، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مگربیت کی کشمکش 239۔240 مجلس نشریات اسلام کراچی، س ن

[39]سورۃ النحل 97:16

[40]سورۃ النساء 124:4

[41]انیس احمد، عالمگیریت اور مستقبل در مجلہ مغرب اور اسلام خصوصی اشاعت، عالمگیریت کا چیلنج اور مسلمان 2011 جلد 14 شمارہ:2 صفحہ:8

[42] Mike Haralambos Martin Holborn. Sociology themes and perspectives, Islamabad, National book foundation, 2000, P. 504

[43]القرآن، الاسراء، آیت نمبر:23

[44]البخاری، دار ابن کثیر دمشق طبع خامس 1414ھ کتاب النکاح، باب قول النبی ﷺ من استطاع، رقم الحدیث: 4778

[45]القرآن، النساء، آیت نمبر: 3

[46]البخاری، دار ابن کثیر دمشق طبع خامس ۱۴۱۴ھ کتاب النکاح، باب قول النبی ﷺ من استطاع، رقم الحدیث:4778

[47] القرآن، الاسراء، 32

[48]البخاری، دار ابن کثیر دمشق طبع خامس 1414ھ کتاب النکاح، باب قول النبی ﷺ من استطاع، رقم الحدیث:4778